سیرت النبی

خالد مسعود

قریش کو عذاب الٰہی کا انذار

[''سیر و سوانح'' کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین ان کے فاضل مصنفین کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتے ہیں، ان سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اہل مکہ کے لیے آزمائشیں:

جب رسول کی قوم اپنے تکبر کے اظہار کے طور پر پیغمبر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ظلم و زیادتی پر اتر آتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے کس بل نکالنے کے لیے اس قوم پر چھوٹی بڑی آفتیں نازل کرتا ہے تاکہ اس کے دلوں میں شکستگی پیدا ہو۔ وہ خدا کی طرف رجوع کریں، اس کے پیغام کو سنیں اور اس کی روشنی میں اپنی اصلاح کریں۔ یہ اللہ کا ایک ایسا قانون ہے جس سے تمام رسولوں کی قومیں متاثر ہوئی ہیں۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر یوں ہوا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَھْلَھَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ یَضَّرَّعُوْنَ۔ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَکَانَ السَّیِّئَۃِ الْحَسَنَۃَ حَتّٰی عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰھُمْ بَغْتَۃً وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ (اعراف ۷: ۹۴-۹۵)

''اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی نبی بھیجا اس کے باشندوں کو مالی اور جسمانی مصائب سے آزمایا کہ وہ رجوع کریں۔ پھر ہم نے دکھ سے سکھ کو بدل دیا یہاں تک کہ وہ پھلے پھولے اور کہنے لگے کہ دکھ اور سکھ ہمارے باپ دادوں کو بھی پہنچے ہیں۔ پھر ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ اس کا کوئی گمان بھی نہیں رکھتے تھے۔''

دوسرے مقام پر خود قریش کے بارے میں واضح طور پر بتایا ہے کہ جب تک فیصلہ کن مرحلہ نہیں آ جاتا ان پر

آفتوں اور مصیبتوں کا سلسلہ جاری رہے گا۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ. اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ. (الرعد ۱۳: ۳۱)

''ان کافروں کو برابر کوئی نہ کوئی آفت ان کے اعمال کی پاداش میں پہنچتی رہے گی یا ان کی بستی کے قریب نازل ہوتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ کے وعدے کے ظہور کا وقت آ جائے۔ اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔''

قرآن مجید کے اس بیان کا تقاضا یہ ہے کہ قریش پر متعدد آزمائشیں آئی ہوں لیکن تاریخ نے ان کو محفوظ نہیں کیا۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک آزمائش کا ذکر کرتے ہیں کہ قریش کی ضد وانانیت کے اسی زمانہ میں ان پر سخت قحط آیا یہاں تک کہ آدمی بھوک کے مارے زمین اور آسمان کے درمیان دھواں سا دیکھتے تھے۔ ہوسکتا ہے اس دوران میں قریش کو تجارت میں نقصانات ہوئے ہوں اور یہ چیز ریکارڈ میں نہ آئی ہو۔

عذاب الٰہی کے بارے میں اللہ کا قانون:

کسی قوم کی طرف رسول کی بعثت اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہوتا ہے۔ رسول اپنی قوم کے افراد کے مزاج اور ان کی روایات سے بخوبی آگاہ ہوتا ہے۔ اس لیے جب وہ انھی کے ایک فرد کی حیثیت سے قوم کی زبان میں رب کا پیغام ان تک پہنچاتا ہے تو حقیقت میں وہ سب سے بڑی دولت ان میں بانٹ رہا ہوتا ہے۔ اس سے نہ صرف وہ اپنی دنیا کو سنوار سکتے بلکہ آخرت میں فلاح کے مستحق بھی ہو سکتے ہیں۔ کسی قوم کے لیے یہ بڑی بدبختی کی بات ہوتی ہے کہ وہ اپنے رسول کی ناقدری کرے اور اس کی بات ماننے سے انکار کر دے۔ اس صورت میں وہ قوم اللہ کے اس عظیم انعام کو اپنے لیے ایک عظیم مصیبت بنا لیتی ہے۔ چونکہ وہ رسول کی آمد کے نتیجہ میں خدا کے پیغام کی مخاطب بن جاتی ہے اس لیے اس کی بے پروائی کا مطلب کائنات کے بادشاہ حقیقی اور اپنے خالق و مالک کے فرمان سے بے اعتنائی ہوتا ہے اور یہ حرکت اللہ سے بغاوت ہے جس کی سزا سے وہ قوم اپنے آپ کو نہیں بچا سکتی۔ اگر قوم پیغام کی قدر کرتی ہے تو اس پر رب کریم کی رحمت کے مزید دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس کے لیے زمین اپنے خزانے اگل دیتی اور آسمان اس کی خوشحالی میں اپنا حصہ ادا کرتا ہے۔ اسی بنا پر اللہ کے رسول کو بشیر اور نذیر کہا جاتا ہے کہ وہ حق کو قبول کرنے والوں کو اللہ کی رحمت کی خوشخبری سناتا اور حق کے جھٹلانے والوں کو ان کی بدانجامی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سے خبر دار کرتا ہے۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کی بعثت کے ساتھ ہی اس کی قوم کے ایمان لانے کے لیے ایک مدت ٹھہرا دی جاتی ہے جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے۔ رسول کو بھی اس سے بے خبر رکھا جاتا ہے۔ قوم جب خدا کے پیغام کو نظر انداز کرتی ہے تو رسول کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس کو اس کی اس حرکت کے انجام سے آگاہ کرے اور بتائے کہ اس پیغام کی تکذیب کے نتیجہ میں قوم پر دنیا میں بھی عذاب آئے گا اور آخرت میں بھی وہ مجرمین کی صف میں ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو نہایت دردمندی سے سمجھاتے کہ رب کے پیغام کو جھٹلا کر وہ اپنے آپ کو اسی عذاب کا مستحق بنا رہے ہیں جو نابود ہو جانے والی اقوام، عاد اور ثمود وغیرہ، پر آیا۔ قوم آپ سے یہ سوال کرتی کہ یہ عذاب کب آئے گا، ہم اس کو دیکھنا چاہتے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت صاف گوئی سے کام لے کر بتا دیتے کہ میں عذاب کے آنے کی خبر تو پورے یقین کے ساتھ دے سکتا ہوں لیکن اس کے آنے کے وقت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس کا علم صرف خدا کو ہے اور یہ امور غیب سے ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قریش کے لیے نزول عذاب کے اشارے:

قریش کے پیہم اصرار پر کہ ان پر عذاب کیوں نہیں آ رہا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی آسمانی کے ذریعے اشارے دیے گئے کہ عذاب کا آنا تو ایک حقیقت ہے لیکن متعین طور پر اس کا علم نہیں دیا جا سکتا۔ ممکن ہے وہ تمہاری زندگی میں آئے اور اس کا کچھ حصہ تم دیکھ سکو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو موخر کر دے اور تم اپنے مکذبین کا حشر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکو۔ لہٰذا تم پوچھنے والوں کو متعین طور پر کچھ نہ بتاؤ کہ یہ عذاب کب آئے گا۔ سورہ یونس میں فرمایا:

وَ اِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِیۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِیۡدٌ عَلٰی مَا یَفۡعَلُوۡنَ۔ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوۡلُهُمۡ قُضِیَ بَیۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ وَهُمۡ لَا

”یا تو ہم تم کو اس (عذاب) کا کوئی حصہ دکھا دیں گے جس کا ان سے وعدہ کر رہے ہیں یا تم کو وفات دیں گے تو ہر حال میں ان کی واپسی ہماری طرف ہو گی۔ پھر اللہ گواہ ہے اس چیز پر جو وہ کر رہے ہیں۔ اور ہر امت کے لیے ایک رسول ہے تو جب ان کا رسول آ جاتا ہے ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے

يُظْلَمُوْنَ۔ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ۔ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ۔ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّا ذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ۔ **(یونس۱۰: ۴۶-۵۰)**

اوران پر کوئی ظلم نہیں کیا جاتا۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔ کہہ دو کہ میں اپنی ذات کے معاملہ میں بھی کسی نقصان اور نفع پر کوئی اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے۔ ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو پھر نہ ایک گھڑی پیچھے ہوتے نہیں ہیں یا تمھیں وفات دیں گے پس ان کی واپسی آ گے۔ ان سے کہو کہ بتاؤ کہ اگر اللہ کا عذاب تم پر رات میں آ دھمکے یا دن میں، تو کیا چیز ہے جس کے بل پر مجرمین جلدی مچائے ہوئے ہیں؟''

قریش کو متنبہ کیا گیا کہ وہ اپنے آپ کو اگلی قوموں سے مختلف نہ سمجھیں۔ کسی بھی قوم میں جب رسول کی بعثت ہوتی ہے تو اس کے لیے فیصلہ کن مرحلہ آ جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے عذاب دنیا کا فیصلہ کرتا ہے تو پھر نہ اس قوم کا نسب نامہ دیکھا جاتا ہے اور نہ اس کی طاقت و جمعیت کا کچھ لحاظ کیا جاتا ہے۔ وہ اسی انجام سے دوچار ہوتی ہے جو انجام قوم عاد اور قوم ثمود یا دوسری معذب قوموں کا ہوا:

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ۔ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ۔ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۔ (حم السجدہ ۴۱: ۱۳-۱۴)

''پس اگر وہ اعراض کرتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ میں تمھیں اسی طرح کے کڑکے سے خبردار کرتا ہوں جس طرح کا کڑکا عاد اور ثمود پر نازل ہوا جب کہ ان کے پاس رسول ان کے آگے اور ان کے پیچھے سے آئے، اس دعوت کے ساتھ کہ اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کرو۔ انھوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اتارتا تو ہم تو اس پیغام کے منکر ہیں جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو۔''

نبی ﷺ جب اپنی قوم کی ضد سے پریشان ہوتے تو سوچتے کہ میری کسی کوتاہی کے سبب سے تو قوم اپنے موقف پر نہیں اڑ گئی ہے۔ قرآن نے حضور ﷺ کو تسلی دی کہ ایسا ہرگز نہیں۔ آپ تو تبلیغ کے کام میں اس سے زیادہ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

مشقت اٹھا رہے ہیں جتنی آپ سے توقع کی جاتی تھی۔ آپ کا کام رب کا پیغام قوم کو سنا دینا ہے۔ اس پیغام کو دلوں میں اتارنا اور اس کے مطابق ان کے رویوں کو درست کرنا آپ کی ذمہ داری میں شامل نہیں۔ اگر یہ اس پیغام کو نہیں مانیں گے تو ان کو عذاب الٰہی کا سامنا کرنا ہوگا۔ قریش کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی کہ اپنی تمام تر قوت و شوکت کے باوجود وہ عذاب سے کس طرح تباہ ہو سکتے ہیں اور بے سہارا مسلمان کیسے فتح مندی کا دعویٰ کر سکتے ہیں تو قرآن نے ان کو دعوت دی کہ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ مکہ کے گردونواح میں کس تیزی سے نیا دین مقبول ہو رہا ہے اور شہر مکہ کو کس طرح گھیرے میں لیا جا رہا ہے۔

وَ اِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا۔ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ۔ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔ (الرعد۱۳: ۴۰۔۴۱)

''اور جس چیز کی ہم ان کو دھمکی دے رہے ہیں اس کا کچھ حصہ یا تو ہم تم کو دکھا دیں گے یا ہم تم کو وفات دیں گے۔ پس تمہارے اوپر صرف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے حساب کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ کیا وہ یہ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم سرزمین (مکہ) کی طرف اس کو اس کے اطراف سے کم کرتے ہوئے بڑھ رہے ہیں۔ فیصلہ اللہ کرتا ہے اور کوئی اس کے فیصلہ کو ہٹانے والا نہیں اور وہ بہت جلد حساب چکا دینے والا ہے۔''

ان آیات سے واضح اشارہ اس بات کا نکلتا ہے کہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ مقابلہ میں شکست کھا جائیں گے اور مکہ فتح کر لیا جائے گا۔ اور غور کرنے والوں کو اس کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ مکہ کے گردونواح میں آباد قبائل میں اسلام کا اثر، عرب سے باہر حبشہ میں اس کی پذیرائی اور مکہ کے اندر ان لوگوں کی معتد بہ تعداد کہ جو اسلام قبول کر کے اس کے لیے جانیں فدا کرنے پر آمادہ اور آزمائشوں کی بھٹی سے کندن بن کر نکلے ہیں، اس بات کی علامت ہیں کہ ہر گزرنے والا دن قریش کے گرد گھیرا تنگ کرنے کا باعث ہوگا۔ البتہ اس بات کو مبہم چھوڑ دیا گیا کہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اس صورت حال کا مشاہدہ کر سکیں گے یا نہیں جس سے قریش کو دوچار ہونا پڑے گا۔

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ۔

''کیا تمہاری قوم کے کفار ان قوموں کے کفار سے کچھ بہتر ہیں یا تمہارے لیے آسمانی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ۔ سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ بَلِ السَّاعَۃُ مَوْعِدُھُمْ وَالسَّاعَۃُ اَدْھٰی وَ اَمَرُّ۔ (القمر ۵۴: ۴۳-۴۶)

صحیفوں میں برأت نامہ لکھا ہوا ہے؟ کیا ان کا زعم یہ ہے کہ ہم مقابلہ کی قوت رکھنے والی جمعیت ہیں؟ یاد رکھیں کہ ان کی جمعیت عنقریب شکست کھائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ بلکہ ان سے جو وعدہ ہے اس کے پورا ہونے کا اصلی وقت تو قیامت کا دن ہے اور قیامت کا دن بڑا ہی سخت اور نہایت کڑوا ہے۔''

قابل غور بات یہ ہے کہ القمر کی آیات میں بھی عذاب کی نوعیت کے بارے میں یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ اہل ایمان کے ساتھ مقابلہ میں کفار کی جمعیت کو شکست ہوگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ حالانکہ اس دور میں جب یہ سورہ نازل ہوئی مسلمان سخت دباؤ میں تھے اور قریش ان کو جینے کا حق دینے کے لیے بھی تیار نہ تھے۔ اس طرح کے حالات میں مستقبل کے بارے میں ایک پیشینگوئی کو حقیقت سمجھنا قریش کے لیے ناقابل فہم تھا۔ لیکن اہل ایمان نے اس سے جو اطمینان حاصل کیا ہوگا، اس کا بس اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

قریش کو جس قریبی عذاب کی خبر دی جا رہی تھی اس کے بارے میں قرآن نے یہ اشارہ بھی دیا کہ اس کا ہدف قریش کا قلع قمع کرنا نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے پیغام کی طرف رجوع کریں اور اس عذاب کا نوالہ بننے والوں کے انجام کو دیکھ کر دوسرے لوگ عبرت پکڑیں، اور اپنی اصلاح کر لیں تاکہ بڑے عذاب سے بچ سکیں۔

وَلَنُذِیْقَنَّھُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّہٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْھَا۔ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ۔ (السجدہ ۳۲: ۲۱-۲۲)

''اور ہم ان کو بڑے عذاب کے سوا قریب کا عذاب بھی ضرور چکھائیں گے تاکہ یہ رجوع کریں۔ اور ان سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جن کو ان کے رب کی آیات کے ذریعہ سے یاددہانی کی جائے، پھر وہ ان سے اعراض کریں۔ ہم ایسے مجرموں سے ضرور انتقام لیں گے۔''

جوں جوں مکہ کے حالات سنگین سے سنگین تر ہو رہے تھے عذاب کی دھمکی کی شدت میں بھی اضافہ ہو رہا تھا اور قریش کو خبردار کیا جا رہا تھا کہ عذاب جب آئے گا تو اس سے بچنے کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکے گی۔ ان سے

پوچھا گیا کہ اگر خدا تمھارے قدموں کے نیچے کی زمین دھنسا دے اور تم پاتال میں چلے جاؤ تو کون تمھیں بچا سکے گا؟ اگر کنکر پتھر برسانے والی ہوا تمھارے اوپر مسلط ہو جائے تو کون سی طاقت اس کا رخ پھیر سکے گی؟ اگر اللہ تعالیٰ زمین کی تہوں میں موجود پانی ہی کو گہرا اتار دے تو صاف ستھرا پینے کا پانی کون تمھارے لیے مہیا کر سکتا ہے؟ پس عذاب سے بچنے کے لیے رسول کا دامن تھام لو۔ اس کی رہنمائی میں زندگی گزارو یہی چیز تمھاری حفاظت کی ضامن ہے۔

عذاب الٰہی کی نشانی کا مطالبہ:

اللہ کا رسول جب اپنی قوم کو عذاب سے ڈراتا اور اس سے بچنے کے لیے ان کو ایمان لانے کی تلقین کرتا ہے تو قوم کے بدبخت سردار اس کو اپنے لیے ایک چیلنج سمجھ لیتے ہیں۔ وہ نہایت بے باکی سے یہ مطالبہ شروع کر دیتے ہیں کہ لو، ہم تمھاری تعلیم کا علی الاعلان انکار کرتے ہیں۔ اب لاؤ وہ عذاب جس کی دھمکی تم ہمیں دے رہے تھے۔ اور اگر تم عذاب نہیں لا سکتے تو اس کی کوئی نشانی اور علامت ہی مقرر کر دو جو تمھاری حقانیت کا ثبوت ہو۔ اللہ کا رسول خود سے کوئی نشانی بھی مقرر نہیں کر سکتا۔ یہ کام اس کے دائرہ اختیار میں نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہی کے اذن سے نشانی بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے پیغمبر کے لیے عذاب کی خبر دینا لیکن نشانی دکھانے پر قادر نہ ہونا دشمنوں کے استہزاء کا باعث ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے بار بار یہ بات واضح کی کہ پیغمبر سے نشانی طلب کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تبلیغ کے لیے ایک مدت مقرر کر رکھی ہے۔ کفار اور مکذبین کی حرکتیں خدا کی نظر میں ہیں اور برابر ان کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ جب عذاب نازل ہونے کا وقت آئے گا تو ان کی کوئی تدبیر اس کو روک نہیں سکے گی۔ فرمایا:

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ۔ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ۔ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالِ.

”اور جنھوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی۔ تم تو بس ایک آگاہ کر دینے والے ہو اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے ہر مادہ کے حمل کو اور جو کچھ رحموں میں گھٹتا اور بڑھتا ہے اس کو بھی، اور ہر چیز اسکے ہاں ایک اندازہ کے مطابق ہے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

(الرعد۱۳: ۷۔۹) وہ غائب و حاضر سب کا جاننے والا، عظیم اور عالی شان ہے۔‘‘

مطلب یہ ہے کہ حاملہ کے وضع حمل کا مرحلہ یقینی ہوتا ہے لیکن اس کے لیے ایک اندازہ مقرر ہوتا ہے۔ کسی کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس لمحہ بچہ جنے گی۔ اسی طرح عذاب آنے کے لیے بھی اندازہ مقرر ہے۔ اس کا آنا ناگزیر ہے البتہ اس کے لیے وقت کا تعین کوئی نہیں کرسکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے علم کی چیز ہے۔

کفار جب اللہ کے رسول سے عذاب کی نشانی دکھانے کا مطالبہ کرتے ہیں تو ایک طرف اس کو یقین دلاتے ہیں کہ جونہی نشانی ہمیں دکھادی جائے گی ہم آپ کی دعوت پر ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ رسول دل سے متمنی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی معجزہ اور نشانی دکھا ہی دے تو میری قوم کی ہدایت کی راہ کھلے۔ دوسری طرف جب وہ یہ مطالبہ پورا نہیں کرسکتا تو وہی لوگ اس کو طنز کا نشانہ بنالیتے ہیں۔ یہ صورت حال بھی رسول کے لیے نہایت پریشانی کا باعث ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا قانون آڑے آجاتا ہے۔ پیغمبر اگر تمنا کا اظہار کرنے میں کچھ زیادہ ہی رغبت دکھائے تو اس کو سختی سے روک دیا جاتا ہے کہ ان لوگوں کی خاطر اللہ اپنے قوانین نہیں بدل سکتا۔ اسی طرح کے ایک موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا:

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۔

(الانعام۶: ۳۵۔۳۶)

’’اور اگر ان کا (قریش کا) اعراض تم پر گراں گزر رہا ہے تو اگر تم زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی زینہ ڈھونڈ سکو کہ ان کے پاس کوئی نشانی لا دو (تو ایسا کر دیکھو) اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا، تو تم ہرگز جذبات سے مغلوب ہو جانے والوں میں سے نہ بنو۔ بات تو وہی مانیں گے جو سنتے سمجھتے ہیں۔ رہے یہ مردے تو اللہ ان کو اٹھائے گا، پھر یہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔‘‘

قرآن نے یہ بات واضح کی کہ ساری کائنات، آسمان، زمین اور چرند پرند خدا کی خالقیت، قدرت، حکمت، رحمت و ربوبیت کی لاتعداد نشانیاں ہی تو ہیں۔ اللہ چاہتا ہے کہ لوگ ان نشانیوں پر غور کرنے کی عادت ڈالیں اور زندگی کے حقائق کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہ نشانیاں اللہ رب العزت کی وحدانیت، اس کی تمام صفات، اس کی صفت عدل کے مظہر روز قیامت اور جزا و سزا کے نظام، سب کو واضح و روشن کر دینے کے لیے کافی ہیں۔ اگر ان

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سے یہ لوگ سبق سیکھ لیں تو پھر کسی عذاب کی نشانی کے بھیجنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کیونکہ وہ نشانی اگر نمودار ہوگئی تو کفار کا خاتمہ پھر قریب کی بات ہوگی۔ جو لوگ روزمرہ کی نشانیوں پر غور نہیں کرتے وہ عذاب کی نشانی دیکھ کر بھی راہ راست پر نہیں آتے۔ فرمایا:

وَ اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا۔ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا۔ وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ۔ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا۔ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا۔ وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِى الْقُرْاٰنِ۔ وَ نُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا۔ (بنی اسرائیل ۱۷: ۵۸۔۶۰)

''اور کوئی بستی (جس میں رسول بھیجا گیا ہو) ایسی نہیں ہے جس کو قیامت سے پہلے ہم ہلاک نہ کر چھوڑیں یا اس کو کوئی سخت عذاب نہ دیں۔ یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے اور ہم کو نشانیاں بھیجنے سے نہیں روکا مگر اس چیز نے کہ اگلوں نے ان کو جھٹلایا اور ہم نے قوم ثمود کو ایک اونٹنی ...... ایک آنکھیں کھول دینے والی نشانی...... دی تو انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اس کی تکذیب کر دی اور ہم نشانیاں بھیجتے ہیں تو ڈرانے ہی کے لیے بھیجتے ہیں۔ اور یاد کرو جب ہم نے تم سے کہا کہ تمھارے رب نے ان لوگوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا ہے، اور وہ رویا جو ہم نے تم کو دکھائی تو اس کو ہم نے لوگوں کے لیے ایک فتنہ ہی بنا دیا، اور اس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت وارد ہوئی۔ اور ہم تو ان کو ڈراتے ہیں لیکن یہ چیز ان کی غایت سرکشی میں اضافہ کیے جا رہی ہے۔''

یہاں قوم ثمود کی اونٹنی کا حوالہ ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام اس قوم کی طرف رسول تھے۔ جب طویل مدت کی تبلیغ کے بعد بھی ان کی قوم نے اصلاح قبول نہ کی اور حضرت صالح اس کو عذاب سے ڈرایا تو انھوں نے عذاب کی نشانی مقرر کرنے کا مطالبہ کیا۔ حضرت صالح نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک اونٹنی مقرر کر دی کہ اگر قوم اس کو کوئی گزند پہنچائے گی تو پھر عذاب نمودار ہو جائے گا۔ قوم کے ایک بدبخت آدمی نے اونٹنی کو زخمی کر دیا تو عذاب کے آنے میں جو رکاوٹ تھی وہ دور ہوگئی اور قوم ثمود ملیا میٹ ہوگئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات میں بتایا ہے کہ آپ دیکھتے نہیں کہ جب قریش کو ان حقائق سے آگاہ کیا جاتا ہے جو قریش کی شکست اور اسلام کے غلبہ کی دلیل ہیں تو یہ لوگ ان کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔ یہ اپنی خوش فہمیوں

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ہی میں مبتلا رہنا چاہتے ہیں۔ یہاں تین ایسے حقائق کا حوالہ دیا ہے جن سے قریش نے مطلوب اثر قبول نہ کیا۔ پہلی حقیقت یہ کہ مکہ کے گرد و نواح میں بسنے والے قبائل میں اسلام کی دعوت اپنا اثر دکھا رہی ہے اور ان میں لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ حالت ہو گی کہ مکہ مسلمانوں کے گھیرے میں ہو گا۔ اس وقت قریش کو شکست قبول کرنے کے سوا کوئی چارا نہیں ہو گا۔ (کئی سالوں کے بعد مکہ فتح ہوا تو قریش نیز اہل مکہ نے ہتھیار ڈال دیے اور یہ شکست پورے اہل عرب کے اسلام لانے کا ذریعہ بنی)۔ دوسری حقیقت یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رویا دکھائی گئی اس سے قریش نے کوئی سبق حاصل نہیں کیا اور اس کو مذاق میں اڑا دیا۔ رویا سے مراد اسراء و معراج کی رویا ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ اور بیت المقدس دونوں کی روحانیت اور برکات کا حقیقی وارث بتایا گیا اور اس میں نہ صرف قریش اور عرب کے مشرکین بلکہ یہود و نصاریٰ کے لیے بھی یہ پیغام تھا کہ ان دونوں عظیم عبادت گاہوں کی تولیت اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیرووں کو منتقل کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ (یہ فیصلہ فتح مکہ کے بعد اور پھر حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں بروئے کار آیا)۔ تیسری حقیقت یہ کہ قرآن نے جہنمیوں کے لیے تھوہر کے درخت کا کھانا مہیا کرنے کی خبر دی لیکن بجائے اس کے کہ لوگ اس خبر سے دہشت زدہ ہوتے اور راہ حق کو اختیار کرتے، انھوں نے جہنم کے اس درخت ہی کو مذاق بنا لیا۔ اس طرح قریش نے ثابت کر دیا کہ انھیں اپنی خوش فہمیوں سے نکلنا گوارا نہیں۔ اگر عذاب کی نشانی بھی ان کو دکھا دی جائے گی تب بھی یہ اس کو جادو قرار دے کر اس کا انکار کر دیں گے۔ سلامتی کی راہ یہ ہے کہ یہ قرآن کو غور سے سنیں اور اس کی تعلیم کو حرز جان بنائیں۔ فرمایا:

اَوَلَمۡ یَکۡفِہِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَرَحۡمَۃً وَّ ذِکۡرٰی لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ۔ (العنکبوت ۲۹:۵۱)

''کیا ان کے لیے یہ چیز کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب اتاری۔ وہ ان کو پڑھ کر سنائی جا رہی ہے۔ بے شک اس کے اندر رحمت اور یاد دہانی ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائیں۔''

شق قمر کی نشانی کا ظہور:

قریش کے لیے عذاب کی فیصلہ کن نشانی تو مقرر ہوئی اور نہ اس کا ظہور ہوا۔ لیکن اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار اور رسول اللہ کی دی ہوئی خبروں کی صداقت کے اثبات کے لیے شق قمر کی ایک غیر معمولی نشانی دکھائی۔ روایتوں میں آیا ہے کہ قریش کے پیہم اصرار پر کہ دوسرے رسولوں کی طرح کا کوئی معجزہ ہمیں بھی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

دکھایا جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو توجہ دلائی کہ چاند کی طرف دیکھو۔ چاند کے دو ٹکڑے ہوئے۔ ان میں سے ایک جبل نور کے سامنے کی جانب اور دوسرا اس کے پیچھے جاتا نظر آیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب اس پر گواہ رہو۔ لیکن قریش نے حسب معمول اس کو جادو قرار دیا۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کا تذکرہ یوں کیا ہے:

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ۔ وَاِنۡ يَّرَوۡا اٰيَةً يُّعۡرِضُوۡا وَيَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ۔ وَكَذَّبُوۡا وَاتَّبَعُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ وَكُلُّ اَمۡرٍ مُّسۡتَقِرٌّ۔ وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنَ الۡاَنۡۢبَآءِ مَا فِيۡهِ مُزۡدَجَرٌ۔ حِكۡمَةٌ ۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغۡنِ النُّذُرُ۔ فَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ يَدۡعُ الدَّاعِ اِلٰى شَىۡءٍ نُّكُرٍ۔ (القمر ۵۴: ۱-۶)

’’عذاب کی گھڑی سر پر آ گئی اور چاند شق ہو گیا۔ اور یہ (قریش) کوئی سی بھی نشانی دیکھیں گے تو اس سے اعراض ہی کریں گے اور کہیں گے کہ یہ تو جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ اور انھوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ اور ان کو ماضی کی سرگزشتیں پہنچ چکی ہیں جن میں کافی سامان عبرت موجود ہے۔ نہایت دل نشین حکمت۔ لیکن تنبیہات کیا کام دے رہی ہیں۔ تو ان سے اعراض کرو (اور اس دن کا انتظار کرو) جس دن پکارنے والا ان کو ایک نہایت ہی نا مطلوب چیز کی طرف پکارے گا۔‘‘

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وحی الٰہی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ آپ کو وحی کا شدت سے انتظار ہوتا۔ آپ وحی جلد نازل ہونے کی تمنا بھی فرماتے۔ بعض معاملات میں آپ کو کسی معاملہ کے آسمانی فیصلہ کا انتظار ہوتا تو فرشتہ وحی کی راہ تکتے آپ کی نظریں بار بار آسمانوں کی طرف اٹھ جاتیں۔ آپ کو یہ خیال بھی ہوتا کہ اگر میں پچھلی وحی کا سبق جلد یاد کر لوں گا تب اگلی وحی کے نزول کا حق دار بن جاؤں گا۔ چنانچہ جب فرشتہ وحی کا پیغام لاتا تو آپ اس کو جلدی جلدی اخذ کرنے کی کوشش فرماتے تا کہ اس کو محفوظ کر لیں۔ قرآن میں آپ کو ایسا کرنے سے روکا گیا کہ وحی کے معاملہ میں آپ کی جلد بازی مناسب نہیں ہے۔ وحی کی تکمیل کے لیے خدا نے جو مدت ٹھہرا رکھی ہے اس کے پورا ہونے ہی میں مصلحت ہے۔ اس وقت تک بس علم وحی میں اضافہ کے لیے دعا کیا کرو۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْكَ وَحْيُه‘ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا۔ (۱۱۴:۲۰)

''اللہ بادشاہ حقیقی بہت برتر ہے۔ پس تم قرآن کے لیے، اپنی طرف اس کی وحی پوری کیے جانے سے پہلے، جلدی نہ کرو اور دعا کرتے رہو کہ اے میرے رب، میرے علم میں افزونی فرما۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین واطمینان کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتہ وحی کو بھی حکم دیا کہ وہ اپنی زبان سے معذرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائیں کہ ہمارا اترنا ہماری اپنی مرضی سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ اگرچہ آپ وحی پانے کے لیے چشم براہ ہوتے ہیں لیکن اس شوق کی تسکین کے لیے جلدی جلدی وحی لانا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ جونہی ہمیں حکم دیا جاتا ہے ہم بلا تاخیر اور بغیر کسی کوتاہی کے آپ کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا آپ اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں اور پورے صبر و استقامت کے ساتھ اس پر جمے رہیں۔ آپ کی مشکل کا مداوا اللہ کے سوا اور کسی کے پاس نہیں ہے۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَه‘ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا۔ (مریم ۱۹:۶۴)

''اور ہم اپنے رب کے حکم کے سوا نہیں اترتے۔ ہمارے آگے اور پیچھے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب اسی کے اختیار میں ہے۔ اور آپ کا رب کسی چیز کو بھولنے والا نہیں ہے۔''

وحی نازل ہوتی تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو درپیش مسائل کے حل کے لیے رہنمائی ہوتی۔ مخالفین کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا جواب ہوتا۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نئی قوت حاصل ہوتی جس سے آپ نئے عزم و حوصلہ کے ساتھ حالات کا مقابلہ فرماتے۔

کثرت نماز اور صبر کی تلقین:

قریش کے اٹھائے ہوئے مخالفت کے طوفان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی تربیت کے لیے بھی ہدایات ہوتیں۔ بطور خاص آپ کو کثرت سے نماز ادا کرنے کا حکم دیا جاتا اور بتایا جاتا کہ نماز آپ کی دعوت کی کامیابی کی کلید ہے۔ جتنا زیادہ آپ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں گے اتنا آپ کا اعتماد اس پر بڑھے گا۔ اور آپ اپنے معاملات اس کے حوالہ کریں گے تو وہ آپ کو سنبھالے گا۔ اسی طرح اپنے موقف کی حقانیت پر کامل یقین کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر استقامت دکھائی جائے۔ جب آدمی مشکل سے مشکل حالات میں صبر کا دامن نہیں چھوڑتا تو ہر نیا چیلنج اس کے

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

اندر نیا عزم و حوصلہ اور اپنے موقف کے ساتھ مضبوط تر وابستگی پیدا کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کے لیے ماضی کے رسولوں کے متعدد واقعات بار بار سنائے گئے کہ انھوں نے اپنے اپنے زمانہ میں حالات کا مقابلہ کس صبر و عزیمت کے ساتھ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کے لیے بعض ہدایات ملاحظہ ہوں:

يٰـاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ۔ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا۔ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۔ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا۔ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا۔ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا۔ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا۔ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا۔ (المزمل ۷۳: ۱۔۱۱)

”اے چادر میں لپٹنے والے! رات میں قیام کر مگر تھوڑا حصہ۔ آدھی رات یا اس میں سے کچھ کم کر دے یا اس پر کچھ زیادہ کر لے۔ اور قرآن کی تلاوت کر ٹھہر ٹھہر کر۔ ہم تم پر عنقریب ایک بھاری بات ڈالنے والے ہیں۔ بے شک رات میں اٹھنا دل جمعی اور فہم کلام کے لیے نہایت خوب ہے۔ دن میں بھی تمھارے لیے کافی تسبیح کا موقع ہے۔ اور اپنے رب کے نام کا ذکر کر اور اس کی طرف گوشہ گیر ہو جا۔ وہی مشرق و مغرب کا خداوند ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنا اور یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کر اور ان کو خوبصورتی سے نظر انداز کر۔ اور ان خوشحال جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ اور ان کو کچھ دیر اور مہلت دے۔“

چادر میں لپٹنے والے سے مراد حالات سے پریشان، فکر مند اور سوچ بچار میں گم شخص ہے۔ یہ تصویر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ آپ صورت حال سے مغموم، اپنی قوم کی ضد سے پریشان سوچتے کہ میں اس کو کس طرح خدا کے پیغام کی طرف لاؤں اور اس کی وحشت دور کروں۔ آپ چادر تان کر اس میں ماحول سے لاتعلق ہو کر غور و فکر کرتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو رات کے بیشتر اوقات میں نماز پڑھنے اور قرآن کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کرنے کا حکم دیا تاکہ اس کے پیغام کی صحیح معرفت اور اپنے رب پر کامل اعتماد و توکل آپ کو حاصل ہو۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا۔ وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰی۔ وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ۔ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی۔ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی۔ (طٰہٰ۲۰: ۱۳۰۔۱۳۲)

’’تو جو کچھ (مخالفین) کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور اپنے رب کی، اس کی حمد کے ساتھ، تسبیح کرو، سورج کے طلوع اور اس کے غروب سے پہلے۔ اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کرو اور دن کے اطراف میں بھی تا کہ تم نہال ہو جاؤ۔ اور ان کی بعض جماعتوں کو آسائش زندگی کی جس رونق سے ہم نے، ان کی آزمائش کے لیے، بہرہ مند کر رکھا ہے اس کی طرف نگاہ نہ اٹھاؤ۔ اور تمھارے رب کا ذکر بہتر اور پائیدار ہے۔ اور اپنے لوگوں کو نماز کا حکم دو اور اس پر جمے رہو۔ ہم تم سے رزق کا مطالبہ نہیں کرتے۔ ہم تم کو رزق دیں گے اور انجام کار کی فیروز مندی تقویٰ کے لیے ہے۔‘‘

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔ وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۔ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ۔ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

(ہود ۱۱: ۱۱۲۔۱۱۵)

’’پس تم جمے رہو جیسا کہ تمھیں حکم ملا ہے، اور وہ بھی جنھوں نے تمھارے ساتھ توبہ کی ہے اور کج نہ ہونا۔ بے شک وہ، جو کچھ تم کر رہے ہو اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور ان لوگوں کی طرف مائل نہ ہونا جنھوں نے ظلم کیا کہ تمھیں بھی دوزخ کی آگ پکڑے۔ اور تمھارے لیے اللہ کے سوا کوئی حامی نہیں۔ پھر تمھاری مدد نہیں کی جائے گی۔ اور نماز کا اہتمام کرو دن کے دونوں حصوں میں اور شب کے کچھ حصہ میں۔ بے شک نیکیاں بدیوں کو دور کرتی ہیں۔ یہ یاد دہانی ہے یاد دہانی حاصل کرنے والوں کے لیے۔ اور ثابت قدم رہو، اللہ خوب کاروں کا اجر ضائع نہیں کرے گا۔‘‘

اہل ایمان کا لحاظ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دل بستگی کا بڑا سامان آپ کے وہ ساتھی تھے جو آپ کی دعوت پر لبیک کہہ کر اہل ایمان کے قافلہ میں شامل ہو گئے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی ریشہ دوانیوں سے پریشان ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

طرف سے یہ پیغام ملتا کہ آپ اپنے ساتھیوں کی موجودگی سے اطمینان حاصل کریں، ان کے معاملات میں دلچسپی لیا کریں اور کفار سے بے اعتنائی برتیں۔ یہی وفادار ساتھی آپ کے لیے کفایت کریں گے۔

اوپر سورہ ہود کی آیات میں ایک ہدایت یہ بھی ہے کہ ظالموں کی طرف مائل نہ ہونا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کو منہ ہی نہ لگائیں۔ کفار سے ملنا ملانا اور اپنا پیغام ان کو سنانا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری میں شامل تھا۔ بالعموم ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لا کر ساتھی بن چکے ہوتے ہیں ان کی طرف سے ایک طرح کا اطمینان ہوتا ہے کہ یہ لوگ تو اپنے ساتھیوں میں شامل ہو چکے۔ اب توجہ دوسرے لوگوں پر مرکوز کرنی چاہیے جو ابھی تک اس پیغام سے بدکے ہوئے ہیں۔ لیکن قابل غور بات یہ ہوتی ہے کہ جن لوگوں نے اپنے گھر والوں کی خواہشات کے علی الرغم اپنی ساری دلچسپیاں رسول کے پیغام کی پیروی میں تج دی ہوں ان کے ظاہری نقصان کی تلافی کی واحد شکل یہ ہوتی ہے کہ اللہ کا رسول ان کو اپنی خصوصی توجہ کا محور بنائے، ان کی مشکلات میں ان کو دلاسا دے اور حق پر استقامت کی خصوصی بشارتوں سے ان کو نوازے۔ اس مقصد کی خاطر اگر وقتی طور پر اسے کفار کے بڑے لوگوں سے بے اعتنائی بھی برتنی پڑے تو وہ ان سے بے اعتنائی بھی برتے۔ قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص طور پر اس سلسلہ میں ہدایات دی گئیں:

وَلَا تَطۡرُدِ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ‌ؕ مَا عَلَيۡكَ مِنۡ حِسَابِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ وَّمَا مِنۡ حِسَابِكَ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ فَتَطۡرُدَهُمۡ فَتَكُوۡنَ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ۔ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لِّيَـقُوۡلُوۡۤا اَهٰٓؤُلَۤاءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡۢ بَيۡنِنَا‌ؕ اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِاَعۡلَمَ بِالشّٰكِرِيۡنَ۔ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلۡ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ‌ كَتَبَ رَبُّكُمۡ عَلٰى نَفۡسِهِ الرَّحۡمَةَ‌ ۙ اَنَّهٗ مَنۡ عَمِلَ مِنۡكُمۡ سُوۡٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَصۡلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ۔

''اور تم ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ کیجیو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی خوشنودی چاہتے ہوئے۔ ان کی ذمہ داری کا کوئی حصہ تم پر نہیں اور نہ تمھاری ذمہ داری کا کوئی حصہ ان پر ہے کہ تم ان کو اپنے سے دور کر کے ظالموں میں سے بن جاؤ۔ اور اسی طرح ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے سے آزمایا ہے کہ وہ کہیں کہ کیا یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہمارے درمیان سے اپنے فضل کے لیے چنا؟ کیا اللہ شکر گزاروں سے اچھی طرح واقف نہیں، اور جب تمھارے پاس وہ لوگ آیا کریں جو ہماری آیات پر ایمان لائے تو تم ان کو کہو کہ تم پر سلامتی ہو۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

(الانعام ۶:۵۲۔۵۴)

تمہارے رب نے انبیا پر رحمت واجب کر رکھی ہے۔ جو کوئی تم میں سے نادانی سے کوئی برائی کر بیٹھے گا، پھر وہ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لے گا تو وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔''

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (الحجر ۱۵:۸۸)

''ہم نے ان کے مختلف گروہوں کو جن چیزوں سے بہرہ مند کر رکھا ہے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو اور نہ ان کی حالت پر غم کرو، اور اپنی شفقت کے بازو اہل ایمان پر جھکائے رکھو۔''

ابن ام مکتوم کی آمد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناگواری:

سورہ عبس میں ایک واقعہ کا حوالہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریشی سرداروں سے گفتگو فرما رہے تھے اور ان تک دین کی تعلیم پہنچا رہے تھے کہ اسی دوران میں ایک صحابی عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ نکلے۔ یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی تھے اور تھے نابینا۔ کفار کے سامنے عین تبلیغ کے دوران ان کا موقع پر آ نکلنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار ہوا۔ آپ کو اندیشہ ہوا کہ اب قریشی سرداروں کو یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ تمہارا ساتھ اسی طرح کے معذور اور کچھ غریب لوگ دے رہے ہیں۔ ان کو تو تم نے بے وقوف بنا لیا۔ اب چاہتے ہو کہ ہم بھی تمہارے دام میں گرفتار ہو کر ان کے ساتھ برابری کی سطح پر آ جائیں۔ ہم کسی طرح تمہاری دعوت قبول نہیں کر سکتے۔ مصلحت تبلیغ و دعوت کے تقاضے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے جو ناگواری ظاہر ہوئی اس پر قرآن نازل ہوا:

فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى۔ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى۔ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى۔ وَهُوَ يَخْشٰى۔ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى۔ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ۔ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ۔

(عبس ۸۰:۱۔۱۲)

''اس نے (پیغمبر نے) تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا، اس پر کہ اندھا اس کے پاس آیا۔ اور تجھے کیا معلوم شاید وہ سدھرنا چاہتا ہو یا نصیحت سنتا تو نصیحت اس کو نفع پہنچاتی؟ جو بے پروائی برتتا ہے اس کے تو تم پیچھے پڑتے ہو۔ حالانکہ تم پر کوئی ذمہ داری نہیں اگر وہ اپنی اصلاح نہ کرے۔ اور جو تمہارے پاس شوق سے آتا ہے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اور وہ خدا سے ڈرتا بھی ہے تو تم اس سے بے پروائی برتتے
ہو! ہرگز نہیں، یہ تو ایک یاددہانی ہے تو جو چاہے اس سے یاددہانی
حاصل کرے۔''

صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنی قوم کے لیے رافت و رحمت کے جذبہ اور ادائے فرض کے جوش میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فکرمند ہوئے کہ ابن ام مکتوم کی اس موقع پر آمد کفار کو بھگانے کا بہانہ نہ فراہم کر دے اس لیے آپ نے اپنے صحابی کی طرف سے منہ پھیرا لیکن اس میں وہ ہدایت آپ کی نظروں سے اوجھل ہوگئی جس کا ذکر اوپر سورہ الحجر کے حوالہ سے ہوا ہے۔ سورہ عبس کی آیات میں اسلوب کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب ہوا ہو، لیکن عتاب کا یہ رخ آپ کی طرف نہیں بلکہ کفار و منکرین کی طرف ہے۔ اس کی وضاحت امام حمیدالدین فراہیؒ نے اپنی تفسیر میں یوں کی ہے:

''اس معاملہ کی اصل نوعیت کو ایک مثال سے سمجھو۔ فرض کرو ایک نہایت مستعد اور ذمہ دار چرواہا ہے۔ اس کے گلّے کی کوئی فربہ بھیڑ گلّے سے الگ ہو کر کھو جائے، چرواہا اس کی تلاش میں نکلے، ہر قدم پر اس کی کھر کے نشانات ملتے جا رہے ہوں۔ جنگل کے کسی گوشہ سے اس کی آواز بھی سنائی دے رہی ہو تو چرواہا کامیابی کی امید میں دور تک نکل جاتا ہے۔ اور اپنے اصلی گلے سے تھوڑی دیر کے لیے غافل ہو جاتا ہے۔ کچھ دیر کے بعد جب وہ واپس لوٹتا ہے تو اس کا آقا اس کو ملامت کرتا ہے کہ تم پورے گلے کو چھوڑ کر ناحق ایک دیوانی بھیڑ کے پیچھے ہلکان ہوئے۔ اس کو چھوڑ دیتے اسے بھیڑیا کھا جاتا تو وہ اسی کی مستحق تھی۔ بتاؤ اس میں عتاب کس پر ہوا۔ چرواہے پر یا کھوئی ہوئی بھیڑ پر۔ ظاہر ہے کہ یہ عتاب کھوئی ہوئی بھیڑ پر ہے۔ چرواہے اور گلے کی تو اس میں زیادہ سے زیادہ دلداری ہوئی۔ بالکل یہی صورت معاملہ یہاں بھی ہے۔ عتاب کا روئے سخن بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے لیکن خفگی کا تمام زور منکرین و معاندین پر پڑ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو اس عتاب کے اندر شفقت و التفات کی نہایت جاں نواز ادائیں پنہاں ہیں[1]۔''

پس سورہ عبس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی ہے کہ آپ مغروروں اور سرکشوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے کوئی ایسی شکل اختیار نہ کریں جو آپ کے بلند مرتبہ سے فروتر ہو اور کتاب الٰہی کے شایان شان نہ ہو۔ جو لوگ اس نعمت گراں مایہ سے منہ پھیر رہے ہیں وہ اس لائق نہیں ہیں کہ ان کو زیادہ اہمیت دی جائے۔ توجہ کے اصل مستحق وہ لوگ ہیں جو اہل ایمان کی صف میں شامل ہو گئے اور اب چاہتے ہیں کہ وہ بہتر سے بہتر اخلاق و کردار کے مالک بنیں، دین سیکھیں اور اپنے نفس کا تزکیہ کریں۔

حوالہ جات

۱ حمید الدین فراہی۔ مجموعہ تفسیر فراہی۔ ص ۲۵۷

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org